ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.2, 2023

آب حیات از محمد حسین آزاد: تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر نورین کھوکھر

ایسوسی ایٹ پروفیسر

ڈاکٹر عتیق انور

اسسٹنٹ پروفیسر

صولت طاہر

اسسٹینٹ پروفیسر

Abstract

Ab-e-Hayat" is a literary work written by Muhammad Hussain Azad, which is considered a modern tazkira (biographical dictionary) of classical poets. In Ab-e-Hayat, Azad presents a formal theory of Urdu literary history. The book contains the history of Urdu prose and poetry.

Unlike previous tazkiras, Ab-e-Hayat presents a balanced analysis of criticism, biographies, and poetry. The book features a unique blend of storytelling, literary criticism, and impressionistic prose. In terms of writing style, Ab-e-Hayat holds a timeless position in Urdu literature.

The book is adorned with elegant language, refinement, and delicacy. Ab-e-Hayat provides a detailed account of the history of Urdu language and literature. Azad divides the literary history into five periods, starting from Wali and ending with Mir Anis

This book is significant both historically and critically, making it a valuable resource for scholars and literature enthusiasts alike

.------------------

کلیدی الفاظ:

آب حیات، انجمن پنجاب، محمد حسین آزاد، انشاپرداز، محقق، تذکرہ، تنقید، محمد باقر، وکٹوریہ پریس، لسانی مباحث، تذکراتی تنقید۔

محمد حسین آزادؔ 5، مئی 1830 عیسوی کو دہلی میں پیدا ہوئے ہو۔ ان کے والد کا نام مولوی محمد باقر تھا۔ چار برس کی عمر میں والدہ کا انتقال ہو گیا۔ محمد حسین آزاد کی پھوپھو نے پرورش کی ذمہ داری سنبھالی مگر پھوپھو کا بھی جلد انتقال ہو گیا۔ ان صدموں نے محمد حسین آزاد کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا۔ دلی کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ملک کے حالات بگڑنے لگے اپنے والد مولوی محمد باقر کی گرفتاری کے بعد دو ڈھائی سال چھپتے چھپاتے رہے اور لاہور پہنچ کر کسی طرح جنرل پوسٹ آفس لاہور میں سرنوشت دار کے عہدے پر تعینات ہو گئے۔ تین سال کے بعد ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ انجمن پنجاب کا قیام عمل میں آیا تو محمد حسین انجمن پنجاب کے سکریٹری مقرر کر دیے گئے۔ انجمن پنجاب کے پلیٹ فارم سے انہوں نے بڑے اہم کارنامے سرانجام دیے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی پروفیسر کی حیثیت سے ان کی عارضی تقرری ہوئی اور بعد ازاں اسی عہدے پر مستقل کر دے گئے۔

محمد حسین آزادؔ ایک اہم انشاپرداز، ناقد اور محقق تھے انہوں نے اردو زبان کی تاریخ اور نشو و نما، اصلیت زبان پر تحقیقی مضامین بھی لکھے۔

محمد حسین آزاد کا شمار نظم کے اولین شاعروں میں بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف نظمیں لکھیں بلکہ نظم نگاری کو ایک نئی جہت بھی عطا کی۔ اردو نثر اور نظم کو نیا مزاج عطا کرنے والے محمد حسین آزاد آخری ایام میں جنون اور دیوانگی کی کیفیت مبتلا ہو گئے۔ شریک حیات کے انتقال کے بعد ان کا اضمحلال بڑھتا گیا۔ ۲۲/ جنوری ۱۹۱۰ عیسوی میں محمد حسین آزاد کا انتقال لاہور میں ہوا۔

محمد حسین آزادؔ نے اردو دنیا کو گران قدر تصنیفات دیں۔ تاہم محمد حسین آزادؔ کو سب سے زیادہ شہرت 'آب حیات' سے ملی۔ یہ واحد ایسی کتاب ہے جس میں اردو شاعری کی صرف تاریخ یا تذکرہ نہیں ہے بلکہ اہم لسانی مباحث بھی ہیں اس میں اردو زبان کے آغاز و ارتقا پر بحث کی گئی ہے۔ گویا یہ کتاب اردو تنقید کا نقش اول بھی ہے۔ اس میں تمام قدیم تذکروں کے مروجہ انداز سے انحراف کیا گیا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.2, 2023

آب حیات 1880 میں مکمل ہوئی اور اسی سال کے آخری مہینوں میں سید رجب علی شاہ کے زیر اہتمام، وکٹوریہ پریس، لاہور سے شائع ہوئی۔ اردو غزل پر تنقید کے حوالے سے مولانا محمد حسین آزاد کی آبِ حیات ایک اہم کتاب ہے۔ آبِ حیات میں اردو غزل پر تنقیدی نظام کا جائزہ لینے سے پہلے آبِ حیات کی تنقیدی حیثیت پر بات کرلینا تنقیدی بحث میں معاون رہے گی۔ آبِ حیات محض ایک تذکرہ ہے یا تنقیدی کتاب، اس کے بارے میں مولانا محمد حسین دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''جو حالات بزرگوں کے معلوم ہیں یا مختلف تذکروں میں متفرق مذکور ہیں، انہیں جمع کر کے ایک جگہ لکھوں اور جہاں تک ممکن ہو اس طرح لکھوں کہ ان کی زندگی کی بولتی چالتی پھرتی تصویریں سامنے آن کھڑی ہوں اور انہیں حیات جاوداں حاصل ہو۔ الحمد اللہ کہ چند روز جس قدر پریشاں خیالات تھے بترتیب جمع ہو گئے۔ اسی واسطے اس مجموعہ کا نام آبِ حیات رکھا ہے۔''(1)

مندرجہ بالا بیان سے بھی آبِ حیات کی حیثیت متعین نہیں ہوتی۔ مگر اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد حسین آزاد کے ذہن میں تذکراتی تنقید کا تصور تھا اور وہ چاہتے تھے کہ پہلے تذکروں میں پائی جانے والی خامیوں سے پاک تذکرہ لکھوں۔ آبِ حیات کا نسخہ (۱۹۱۳) پر ''فہرست مطالب کتاب آبِ حیات'' کا درج ہونا بھی آبِ حیات کی تنقیدی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ حقیقت حال کچھ اس طرح ہے کہ اس سے قبل اکثر تذکرے اور مجموعہ اشعار قابل اعتبار نہ تھے اور مکمل بھی نہیں تھے۔ مشہور مشہور شاعروں کا حال چند سطروں میں لکھ دیا گیا تھا۔ اردو ادب اس حوالے سے آزاد کا ممنون ہے کہ انہوں نے باقاعدہ اور مفصل تذکرہ مرتب کیا۔ ترتیب دیا آبِ حیات کو مولانا محمد حسین آزاد نے تذکرہ نویسی کی جدید شکل دی اور پوری کوشش کی کہ عام تذکروں کی خامیوں کو دہرایا نہ جائے۔ ان میں پائی جانے والی کمی کو پورا کیا جائے۔ اس کے لیے انہوں نے یقیناً بڑی محنت و کاوش کی۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے مطابق آزاد کو صرف ایک تذکرہ نگار سمجھ لینا ٹھیک نہیں۔ ان کی کتاب آبِ حیات تنقید کے ساتھ تاریخ کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ آبِ حیات کا مطالعہ کرتے ہوئے بارہا تذکرہ کا گمان گزرتا ہے۔ مثلاً شعرا کے حالات و سوانح، تاریخ اور روایت نویسی کے سبب ہی اس کو تذکرہ کہا جاسکتا ہے۔ البتہ انہوں نے اتنا اضافہ ضرور کیا ہے کہ شعرا کی سوانح نگاری اور ان کے انتخاب کلام کے ساتھ ساتھ کلام پر تنقید کا کام بھی سرانجام دیا ہے۔

آبِ حیات روایتی تذکراتی تنقید سے جدید تنقید کی جانب پہلا قدم تھا۔ جس کی بدولت اردو غزل کی تنقید کا سفر شروع ہوا اور آغازِ سفر کا سہرا مولانا محمد حسین آزاد کے سر ہے۔ آبِ حیات قدیم تذکروں سے بہت آگے کی تنقید ہے۔

آبِ حیات میں مولانا محمد حسین آزاد نے یہ کوشش کی تذکروں میں پائی جانے والی خامیوں کو دور کیا جائے۔ وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ آزاد نے ان کوتاہیوں کو دُور کرنے کی بھرپور کوشش کی جن پر اعتراض کیا جاتا تھا۔ آبِ حیات کے دیباچہ میں وہ اس کتاب کو لکھنے کے مقاصد یوں بیان کرتے ہیں:

''نئے تعلیم یافتہ جن کے دماغوں میں انگریزی لائنوں سے روشنی پہنچی ہے وہ ہمارے تذکروں کے اس نقص پر حرف رکھتے ہیں کہ ان سے نہ کسی شاعر کی زندگی کی سرگزشت کا حال معلوم ہوتا ہے نہ اس کی طبیعت اور عادات و اطوار کا حال کھلتا ہے۔ نہ اس کے کلام کی خوبی اور صحت اور سقم کی کیفیت کھلتی ہے نہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معاصروں اور اس کے کلام میں کن کن باتوں میں کیا نسبت تھی۔ انتہا یہ ہے کہ سالِ ولادت اور سال فوت بھی نہیں کھلتا۔ اگرچہ اعتراض ان کا کچھ اصلیت سے خالی نہیں۔ خیالات مذکورہ بالا نے مجھ پر واجب کیا کہ جو حالات ان بزگروں کے معلوم ہیں یا مختلف تذکروں میں متفرق مذکور ہیں، انہیں جمع کر کے ایک جگہ لکھوں۔''(2)

آزاد کے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اردو تذکروں کے کم زور پہلوؤں پر نظر رکھتے تھے اور انہوں نے ''آبِ حیات'' لکھتے ہوئے ایسے پہلوؤں پر بطور خاص توجہ مرکوز کی جن کا تعلق شعرا کی سوانح، ان کے عہد، معاصرین اور شعری تحسین سے تھا۔ ان کا اندازِ تنقید کلاسیکی تھا اور وہ اس فن پر پورا پورا عبور رکھتے تھے۔ ان خصوصیات کی بنا پر ''آبِ حیات ''تذکراتی تنقید اور جدید تنقید کے درمیان پل کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں مولانا محمد حسین آزاد نے اردو ادب کو جدت سے روشناس کرایا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ 145 سال گزر جانے کے باوجود آبِ حیات کی ادبی حیثیت میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ آج بھی اردو غزل کی تنقید میں اس سے صرف نظر نہیں برتا جاسکتا اور آئندہ بھی اس کی تنقیدی حیثیت برقرار رہے گی۔ کیفی کے مطابق:

''جب تک دنیا میں زبان و ادب قائم ہیں، اردو خواہ زندہ رہے یا مردہ خانوں میں شامل ہو جائے۔ آبِ حیات ان علوم کے بحر ذخار میں ہمیشہ موجزن رہے گی۔''(3)

آبِ حیات ابتدا میں ہی توجہ کا مرکز بن گئی اور اشاعت کے فوراً بعد ہی اس پر مختلف انداز سے اظہار خیال کیا گیا۔ اس کی تعریف توصیف اور مقالے لکھے گئے۔

''حقیقت یہ کہ میر تقی، سودا، ذوق، غالب وغیرہ شاعروں کا ایسا عمدہ اور پورا حال لکھا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اب جو کسی کا حال لکھنا چاہے وہ اس کتاب کو راہنما بنائے۔ تب لکھنے کو قلم اٹھائے تاکہ اردو تذکرہ نویسوں اور تاریخ لکھنے والوں کے اوپر حقیقت نہ لکھ سکنے کا دھبہ کم ہو جائے۔''(4)

آبِ حیات کے متعلق ایک مختلف نقطہ نظر رکھنے والوں کو بہت سے اعتراضات ہیں، جن میں سے کچھ ٹھیک بھی ہیں کہ کہیں تنقید برائے تنقید کا احساس ہوتا ہے۔ ایک الزام جس کا ذکر تقریباً تمام محققین نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ آبِ حیات کے بہت سے مندرجات آزاد کے اپنے ذہن کی اختراع ہیں۔ تاہم اس الزام کے متعلق ڈاکٹر محمد صادق کا کہنا ہے:

"آبِ حیات میں بہت سے مندرجہ واقعات کے ماخذ نہیں ملتے تھے اور چونکہ معترضین ان کا سراغ لگانے میں قاصر رہے تھے اس لیے اس عدم توثیق سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ یہ آزاد کی اپنی اختراع ہیں۔"(5)

مولانا محمد حسین آزاد پر ایک الزام جانبداری کا بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے استاد ذوق کو بام ثریا تک پہنچانے کے لیے دوسرے شعراء کے خصائص کو نظر انداز کیا ہے جس سے ان شعراء کی عظمت میں تو کوئی کمی نہیں ہوئی البتہ اس نے آبِ حیات پر جانب داری کی تہمت ضرور لگا دی ہے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود آبِ حیات کی شہرت کو دوام حاصل ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہر زبان میں شعراء کے مابین اس قسم کا موازنہ کیا جاتا ہے جس میں تنقیدی احتساب کیا جاتا ہے اور شاعرانہ رنجشیں بھی ملتی رہتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ "مقبولیت اس کی قدیم داستان ایسی ہے۔"(6)

آبِ حیات میں مولانا آزاد نے انشائی پردازی کے خوبصورت نمونے تنقیدی انداز میں پیش کئے ہیں۔ ان کی عبارت کیسی بھی مرصع ہو تنقید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آزاد نے آبِ حیات میں شاعری کا رنگ بھر دیا ہے اور تخیل کے قلم سے الفاظ کو بڑی خوبصورت صورتیں عطا کی ہیں۔ آزاد ولی کی شاعری کے متعلق لکھتے ہیں:

"نفس ناطقہ کی روح یعنی شاعری عالم وجود میں آئی ہے مگر بچوں کی نیند پڑی سوتی تھی۔ ولی نے آکر ایسی میٹھی میٹھی آواز میں غزل خوانی شروع کی ہے کہ اس بچے نے ایک انگڑائی لے کر کروٹ لی اور اثر اس کا دفعتہً حرارتِ برقی کی طرح دل دل میں دوڑ گیا۔ گھر گھر شعری کا چرچا ہے۔ جس امیر اور جس شریف کو دیکھو، شعر کی سوچ میں غرق بیٹھا ہے۔"(7)

مندرجہ بالا تنقیدی اقتباس میں مولانا محمد حسین نے بڑے خوبصورت پیرائے میں ولی کے اردو غزل اور اس کے دیوان کا دلی پہنچنا اور اسے پذیرائی حاصل ہونے کی تاریخ کو تنقیدی انداز میں پیش کیا ہے۔ آبِ حیات کی تنقید کی یہی خوبصورتی ہے کہ قدیم تذکروں کی نسبت، اس میں شعرا کے کلام کے انتخاب کے ساتھ ساتھ تاریخی پس منظر کا جائزہ بھی تنقیدی انداز میں لیا گیا ہے۔

جہاں تک غزل کے باقاعدہ آغاز کا تعلق ہے تو محمد حسین آزد کا بھی یہی کہنا ہے کہ وہ دکن سے ہوا تھا اور اس کے لیے ثبوت کے طور پر انہوں نے ولی اور قائم کے دو اشعار آبِ حیات میں درج کیے ہیں۔ محمد حسین لکھتے ہیں:

"اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ نظم موجودہ نے دکن سے ظہور کیا۔"(8)

چنانچہ میر تقی میر نے بھی ایک غزل میں شاعرانہ انداز سے اشارہ کیا ہے:

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے
معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

اور ان کے ہمعصر قائم نے صاف کہہ دیا:

قائم میں غزل شعور کیا ریختہ ورنہ
اک بات سی بزبان کہی تھی

آبِ حیات میں شعرا کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ عمومی تنقیدی سلسلہ بھی چلتا ہے۔ جہاں اچھی غزل گوئی کی ستائش ہے وہاں تنقیدی محاسبہ بھی ہے۔ آزاد نے آبِ حیات میں غزل گووں پر شدید تنقید کرتے ہوئے انہیں "لکیر کا فقیر" کہا ہے۔ اردو والوں نے مکھی پہ مکھی ماری ہے اور ایک ہی مضمون کو بار بار باندھ کر یکسانیت کی انتہا کر دی ہے۔ مولانا آزاد آبِ حیات میں فرماتے ہیں:

"اردو والوں نے بھی آسان کام سمجھ کر عوام پسندی کو فرض ٹھہرا کر حسن و عشق وغیرہ کے مضامین کو لیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو کچھ کیا بہت خوب کیا۔ یعنی وہ مضمون اس قدر مستعمل ہو گئے کہ سنتے سنتے کان تھک گئے ہیں۔ وہی مقرری باتیں کہیں ہم لفظوں کو پس و پیش کرتے ہیں۔ کہیں ادل بدل کرتے ہیں اور کہے جاتے ہیں۔ گویا کھاتے ہوئے جگہ اوروں کے چبائے ہوئے نوالے ہیں۔ انہیں کو چباتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں"(9)

ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ اس تنقید کے پس منظر میں آزاد کی نیچرل شاعری کی تحریک کار فرما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آبِ حیات میں غزل میں توسیع پر زور دیا ہے اور اظہار واقعیت پر زور نیچرل شاعری کے زیر اثر ہے۔(10)

یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ مطالبہ ایسا بے جا بھی نہیں۔ غزل کو جمود سے نکالنے ضروری تھا۔ مولانا آزاد کے خیال میں ہمارے شعرا نے غزل میں جدت پیدا کرنے کی سعی نہیں کی۔ مضامین غزل میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ جس کے باعث غزل جمود کا شکار ہو گئی۔ آزاد آبِ حیات میں ایک مثال سے یوں واضح کرتے ہیں:

"حور ہو یا پری، گلے کا ہار ہو جائے تو اجیرن ہو جاتی ہے۔ حسن و عشق سے کہاں تک جی نہ گھبرائے، اور اب تو وہ بھی سو برس کی بڑھیا ہو گئی۔"(11)

گویا یہاں غزل سے نظم کی موزونیت کی جانب اشارہ دے دیا گیا۔

محمد حسین آزاد شعرا کو اس مشورے سے نوازتے ہیں کہ فرسودہ اندازِ شاعری کو بدلنا ہو گا اور انوکھی تراکیب کا استعمال موجودہ شاعری کو مثبت تبدیلی کی جانب گامزن کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے میں وہ آبِ حیات میں رقم طراز ہیں:

"کم بخت، حسن و عشق کے مضمون۔ اس کے خط و خال اور بہار گلزار کے الفاظ ان کی زبان و دہان میں رچے ہوئے ہیں۔ اگر کچھ کہنا چاہیں تو اول اسے بھلائیں۔ پھر اس کے مناسب مقام سے نرالے استعارے، نئی تشبیہیں، انوکھی ترکیبیں اور لفظوں کی عمدہ تراش پیدا کریں۔"(12)

مگر صورت حال اس کے برعکس ہے۔ عشق تو غزل کا سب سے بڑا موضوع رہا ہے اور ہے۔ چنانچہ بڑی قباحت یہ پیدا کی کہ اربابِ زمانہ نے متفق الفظ کہہ دیا کہ اردو نظم مضامین عاشقانہ ہی کہہ سکتی ہے۔"(13)

اس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں کہ شاعری سراسر اظہار ہے۔ چنانچہ وہ بات جس کے لیے نثر میں صفحات درکار ہوں وہ ایک شعر میں ادا ہو سکتی ہے۔ اسی حوالے سے آزاد کا یہ کہنا کہ ہمارے شعرا کا طرزِ ادا ایسا ہے کہ اول تو شعرا خود پابندی سے نکلتے ہی نہیں اور دوسرا ہمارے غزل گو شعرا حقیقت میں بھی بے حقیقی کا رنگ ڈال دیتے ہیں۔ آزاد آبِ حیات میں اس صورت حال کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"یہ اظہار قابل افسوس ہے کہ ہماری شاعری چند معمولی مطالب کے پھندوں میں پھنس گئی ہے۔ یعنی مضامین میں عاشقانہ، مے خوری، مسانہ، بے گل و گلزار، وہمی رنگ و بو کا پیدا کرنا، ہجر کی مصیبت کا رونا، وصل موہوم پر خوش ہونا، دنیا سے بے زاری، اسی میں فلک کی جفاکاری اور غضب یہ ہے کہ اگر کوئی اصلی ماجرہ بیان کرنا چاہتے ہیں تو یہی خیال استعارروں میں کرتے ہیں۔ نتیجہ جس کا یہ ہے کہ کچھ نہیں کر سکتے۔"(14)

یہ سچ ہے کہ آزاد کا شمار نیچرل شاعری کی تحریک کے بانیوں میں کیا جاتا ہے۔ خود آزاد نظم کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ غزل کی پابندی شاعر کے اظہار میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور نظم ہی کسی شاعر کے خیالات کی خاص شکل ہے یہی وجہ ہے کہ غزل پر تنقید کرتے ہوئے آزاد نے مضامین غزل اور استعارہ تنقید کی ہے جو غزل کی پہچان ہیں۔ جبکہ نظم میں امر وایمائی درکار نہیں ہوتی۔

آزاد کہتے ہیں کہ شعرا اردو نے غزل کو موضوعاتی طور سے محدود کر کے رکھ دیا ہے جس کے باعث اظہار کی راہیں مسدود ہوتی جا رہی ہیں۔ آزاد کے خیال میں ہماری شاعری اظہار کی تمام تر روشنیوں سے بھرپور ہونی چاہیے تا کہ شعری کی اصل روح سامنے آ سکے۔ آبِ حیات میں آزاد کا یہ کہنا ہے کہ:

"فقط زبانی طوطہ مینا بنانے سے حاصل کیا؟ جو شاعری ہمارا ہر قسم کا مطلب اور ہمارے دل کا ارمان پورا نہ نکال سکے، گویا ایک ٹوٹا قلم ہے جس سے پورا حرف نہ نکل سکے۔"(15)

آزاد ہندوستانی شاعری سے جمود کے داغ کو دھونے کے لیے ہم پر زور دیتے ہیں۔ آزاد کی تنقید میں کہیں کہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ مغرب سے متاثر ہیں۔ مگر ایک بات تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ محمد حسین آزاد ہر چیز میں تخلیقی رنگ ڈال کر اس کی اہمیت کو اجاگر کر دیتے ہیں اور ان کا یہ ادبی تنقیدی و تخلیقی انداز آبِ حیات کو تذکروں میں ممتاز کرتا ہے۔ آزاد کو تذکروں سے اختلاف تھا۔ چنانچہ آزاد نے تذکروں سے مختلف انداز اپنایا اور وہ باتیں جن سے ابہام کا امکان ہوتا ہے، دامن بچایا ہے۔ انہوں نے شعرا کے حالات وانتخابِ کلام کے ساتھ ساتھ عملی تنقید تاریخ واقعات کے ساتھ ساتھ کلام کی حتی الامکان مکمل تفصیلات مہیا کی ہیں۔

مولانا محمد حسین آزاد کا کہنا ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.2, 2023

"ہمارے تذکرہ نویسوں کا دستور ہے کہ اب شاعر کا حال لکھتے ہیں تو اس کے اشعار انتخاب کر کے لکھتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ فیضان سخن رائیگاں نہیں جاتا۔ نظر کے بعض شعر ایسے ہیں کہ میر سے پہلو مارتے ہیں۔ بس اگر نظیر کا ذکر لکھ کر اس کے چند شعر منتخب لکھ دیئے تو ناواقف شعرا نے اس کے کہ نظیر کو میر کا ہم پلہ شاعر سمجھے بغیر اور کیا تصور کر سکتا ہے۔۔۔ میں ان کے دیوان سے نیک نیتی سے چند غزلیں پوری کی پوری لکھ دوں گا تا کہ اصلیت حال ظاہر ہو جائے۔ ہاں اگر کسی کی پوری غزلیں ہاتھ ہی نہ آئیں تو مجبوری ہے۔"(16)

سچ ہے کہ کسی شاعر کے چند اشعار کے انتخاب سے اس کی غزل گوئی کی خصوصیات سامنے نہیں آسکتیں۔ قدیم تذکروں میں یہ خامی پائی جاتی تھی۔ مولانا محمد حسین آزاد کو اس کا خیال سب سے پہلے آیا اور انہوں نے تمام تر تفصیلات بہم پہنچائی اور اس کے لیے محمد حسین آزاد نے بڑی جانفشانی سے تحقیق کی۔ تاہم یہ الگ بات ہے کہ اپنے بعض ماخذوں کا سراغ انہوں نے دے دیا ہے بعض کو چھپا گئے ہیں یا حوالہ دینا بھول گئے ہیں۔(17)

آزاد نے حقیقتاً کوشش کی ہے کہ شاعر کے ساتھ اس کی پوری غزل لکھی جائے تاکہ ابہام کا امکان باقی نہ رہے۔ محمد حسین آزاد کی آبِ حیات میں بظاہر تذکراتی تنقید کا انداز ہے۔ آزاد نے اتنا اہتمام ضرور کیا کہ اکثر مقامات پر انتخاب کلام میں پوری غزل لکھی یا غزل کے اتنے اشعار ضرور لکھے کہ ہر شاعر کا انداز غزل جدا جدا نظر آئے۔ شعرا غزل کے کلام پر تنقید بھی تذکروں سے بڑھ کر ہے اور تنقید کا باقاعدہ اظہار ہوتا ہے اور وہ کلام کی خصوصیت کے ساتھ تہذیبی و سماجی پس منظر بھی بیان کر دیتے ہیں۔

میر کی غزل پر تنقید کا ایک انداز دیکھیے:

"انہوں نے زبان اور خیالات میں جس قدر وضاحت اور صفائی پیدا کی ہے اتنا ہی بلاغت کو کم کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ غزل اصولِ غزلیت کے لحاظ سے سودا سے بہتر ہے۔ ان کا صاف اور سلجھا ہوا کلام اپنی سادگی میں ایک انداز دکھاتا ہے اور فکر بجائے کاش کے لذت بخشتا ہے۔ اسی واسطے خواص میں معزز اور عوام میں ہر دلعزیز ہے۔"(18)

مندرجہ بالا میں محمد حسین آزاد نے تجزیاتی انداز میں تنقید کی ہے۔ انہوں نے میر کی غزل پر تنقید کرتے ہوئے شعری اصطلاحات مثلاً فصاحت، صفائی، بلاغت، غزلیت، سادگی کا استعمال کیا ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ آزاد نے میر کے کلام کے محاسن بیان کرتے ہوئے سودا کے کلام سے اس کا موازنہ بھی کیا ہے۔ آزاد پر یہ الزام ہے کہ بعض مقامات پر انہوں نے ادبی جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ مگر اس کو بشری کمزوری پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ایک ذہین نقاد کے طور پر کلاسیکی تنقید کا انداز اپنایا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ آبِ حیات ادبی تاریخ، ادبی سوانح، ادبی تنقید اور نفسیاتی تحقیق کا اولین نمونہ ہے۔(19)

آبِ حیات کے تنقیدی نظام کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ آزاد اگر غزل کے مخالف نہیں بھی تھے تو نظم کے حامی ضرور تھے اور انہوں نے غزل پر بارہا تنقید کی۔ اگرچہ یہ تنقید صنفِ غزل پر براہ راست نہیں۔ انہوں نے غزل کے جمود و گراوٹ کا ذمہ دار شعرائے غزل کو ٹھہرایا اور یوں شعرا غزل کی اوٹ میں صنف غزل بدنام ہوئی اور پھر جب مصرع طرح کی بجائے موضوعاتی مشاعرے ہوں تو یہ غزل کی روح نکال لینے کے مترادف ہے۔ محمد حسین آزاد کی تنقید کے پیچھے نیچرل شاعری کا تصور تھا۔ اگرچہ آزاد نیچرل شاعری کا آغاز کرنے والوں میں تھے مگر یہ تصور ان کا اپنا نہ تھا مگر آزد کی یہ مہارت خاص ہے کہ وہ اپنی تنقید میں رعنائی تحریر اور تخلیقی مزاج سے وہ رنگ بھرتے ہیں کہ کوئی پرائی چیز بھی ان کی اپنی لگتی ہے اور یہ ہی فنکار چیزوں کو یوں جوڑے کہ احساس تک نہ ہو۔ ان تمام باتوں کے باوجود محمد حسین کے نقاد ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ آزاد کی تنقید کا انداز جدید تقاضوں کے مطابق تو نہیں مگر ایک خاص تہذیبی ماحول کی روشنی میں کسی خاص زمانے کی شاعری کے خصائص کو سمجھانے کا آزاد کو جو ملکہ حاصل تھا وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا ہے۔(20)

محمد حسین آزاد کی حیثیت بطور نقاد غزل مسلمہ ہے اور آبِ حیات تنقید ادب میں وہ سرمایہ ہے جس سے اردو غزل کے تنقیدی شعور کا آغاز ہوتا ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب آب حیات کو لکھے ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔اس کتاب پر تنقیدی آراء کے باوجود آب حیات کی تاریخی اور ادبی اہمیت کم نہیں ہوسکی ۔اتنا گزرنے کے باوجود آب حیات کی اہمیت مسلمہ ہے

حوالہ جات

1۔ آزاد محمد حسین، "آبِ حیات"، لاہور: رفاہِ عام سلیم پریس، ۱۹۱۳، ص ۵

۲۔ نعیم احسن، پیش لفظ، آبِ حیات، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۶، ص ۱۱

۳۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "اردو تنقید کا ارتقا"، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۱، ص ۱۸۵

۴۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،"اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ"،لاہور:سنگ میل پبلشرز،۲۰۰۳،ص ۲۲۷

۵۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،"نفسیاتی تنقید"،لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۸۶،ص ۱۱

2 ۔ آزاد محمد حسین،"آبِ حیات"،لاہور:رفاہِ عام سلیم پریس،۱۹۱۳،ص ۴،۵

3 ۔ کیفی،برج موہن دتاتریہ،"منشورات"،لاہور:مکتبہ معین الادب،۱۹۵۰،ص ۲۵

4 ۔ نظام الدین،بحوالہ محمد صادق،ڈاکٹر، مشمولہ،"تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند،نویں جلد،لاہور:پنجاب یونیورسٹی،۱۹۷۲،ص ۳۲۲

5 ۔ ایضا"، ص ۳۲۴ 6۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،"نفسیاتی تنقید"،لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۸۶،ص ۱۰

7۔ آزاد محمد حسین،"آبِ حیات"،لاہور:رفاہِ عام سلیم پریس،۱۹۱۳،ص ۸

8۔ ایضا"،ص ۱۱

9 ۔ ایضا"،ص ۸۰

10۔ سید عبداللہ،ڈاکٹر،"اشارات تنقید"اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۶،ص ۱۵

11۔ آزاد محمد حسین،"آبِ حیات"،لاہور:رفاہِ عام سلیم پریس،۱۹۱۳،ص ۸۴

12 ۔ ایضا" ،ص ۸۴

13۔ ایضا" ،ص ۸۵

14۔ ایضا" ،ص ۸۱

15۔ ایضا" ،ص ۸۵

16۔ ایضا" ،ص ۹۱

17۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری"،لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۷۳،ص ۹۱۰

18۔ آزاد محمد حسین،"آبِ حیات"،لاہور:رفاہِ عام سلیم پریس،۱۹۱۳،ص ۲۰۸

19۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری"،لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۷۳،ص ۶۱۰

20۔ سید عبداللہ،ڈاکٹر،"اشارات تنقید"اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۶،ص ۱۵۳